جلد ۷ | بمبئی بروز دوشنبہ ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۱۹ھ مطابق ۶ جنوری ۱۹۰۲ع | نمبر ۱

مقدمۂ مجلس [illegible]

کروگر سے مذاق

ایک انگریزی اخبار نے کروگر کو مخاطب کر کے لکھا ہے کہ اگر ٹرانسوالی پارلیمنٹ کے ممبر بننا چاہیں تو ہو سکتے ہیں کیونکہ ہم [illegible] برٹش گورنمنٹ نے اپنی حکومت سے مانا یا اب کوئی حرج نہیں ہے چونکہ کروگر کی بعد دی کا اب کچھ باقی نہیں رہا اگر کروگر ممبری قبول کریں تو گورنمنٹ منظور کریگی کروگر جیسے بات جیسی ہوگی تو [illegible] اسکو جلا وطن ہونے میں [illegible] کر دی ہوگی اور [illegible] ہمارے سمجھ میں آیا ہوگا کہ [illegible] اور بھی [illegible] بہت خوش کر لیتے ہیں حکومت تو [illegible] میں [illegible] ہوگا ہمارے [illegible] تجویز کی ہو کر کروگر کو ممبری ملنے میں کوئی حرج نہیں [illegible] سخت غلطی کی [illegible] پارلیمنٹ کی ممبری تو کیا [illegible]

خس کم جہاں پاک

خدا خدا کر کے سنہ ۱۹۰۱ء غارت ہوا یوں تو یہ قاعدہ کی بات ہے کہ کوئی حاکم کیسا ہی ظالم کیوں نہ ہو مگر جب وہ اپنے عہدہ سے علیحدہ ہوتا ہے تو وہی رعایا جسکو دل و جگر میں اسکی زیادتیوں کے تیر لگے ہوئے ہیں شکر بھی اسکو تواضع کیساتھ رخصت کر کے خط [illegible] آیا ہوتا ہے وہ یہ سمجھتی ہے کہ اب تو یہ ہمیشہ کیلئے غارت ہوتا ہے ذرا سی کے لئے کیوں بُرے بنیں۔ [illegible] ہم بھی اگر ۱۹۰۱ء کی رحلت پر دو چار آنسو بہا لیں تو کچھ بیجا نہ ہوگا مگر نہیں ہمارے نزدیک کیا کسی سنگدل کے نزدیک بھی یہ قابل رحم نہیں ہے اور اسکی رحلت قابل افسوس نہیں۔ اسکے عہد حکومت میں ایک بھی کام ایسا ہوا جو اسکی نیکی یادگار سمجھنے کے قابل ہوتا۔ مگر ہاں ایک ہی غرض کر سکتے [illegible] دے چلا ہے کہ اسکو زمانہ میں [illegible] برٹش [illegible]

ملا صاحبکو ہاتھی

ملا جی کی نسبت پہلے اخبار روز میں شائع ہوا تھا کہ امیر حبیب اللہ خان نے ملا جی کو بڑی عزت و محبت کیساتھ طلب کیا ہے۔ ملا جی [illegible] استاد ہیں اور امیر صاحب ابتک استادی ادا کرنا چاہتے ہیں۔ پہلے تو یہ معلوم ہوا کہ ملا صاحب روانہ بھی ہو گئے پھر معلوم نہیں کہ کیا گئے تو کیا مشورہ ہوا۔ اور کیا کارروائی ہوئی [illegible] میں پھر یہ خبر شائع ہوئی کہ امیر حبیب اللہ خان نے ایک ہاتھی مع نقرئی ہودہ کے بھیجا ہے۔ اسکے متعلق ایک انگریزی اخبار بہت بگڑا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ امیر صاحب کیا سوجھی امیر مرحوم تو ملا جی کے سایہ سے بھی بھاگتے تھے یہ کیوں میل جول پیدا کرتے ہیں علاوہ ازیں انکو یہ تو خیال ہے کہ ملا جی برٹش کے جانی دشمن ہیں اسکی دوستی کا بھی انکو خیال نہیں تو پھر وہ دوستی [illegible]

پٹھان وحشی اُنکا باپ وحشی

ڈچون کی نسبت جو ہماری شائستہ اور مہذب فوج اکثر وحشی کا لفظ استعمال کرتی رہتی ہے اور انکی بہتہ بیہیوں سے جگرائی رہتی ہے۔ یہ کچھ بیجا بات ہین کمبخت ڈچ آدمی ہون تو انسے مقابلہ بہی کیا جائے۔ وہ تو بالکل وحشی ہین اور وحشی بہی ایسے کہ بلکل جانگلو۔ انکی وحشت کا ثبوت ہم بارہا دیچکے ہین اور تازہ ثبوت بہی مہئے ڈالتے ہین تاکہ لوگ اچھی طرح سمجہ لین کہ ہماری مہذب اور شائستہ فوج کا ایسون سے پالا پڑاہے کہ خدا دشمن کا بھی نہ ڈالے اب آپ ہی لوگ "انصاف کیجئے" کہ ڈچ وحشی نہین تو اور کون ہین۔ کرنل فرن کی فوج پر جو انہون نے ڈ دھینگا دھینگی کے ساتھ حملہ کیا ہے۔ یہ طریقہ کیا بیلے آدمیون کا تھا۔ جو رستہ پہاڑ کے اوپر چڑھنے کے لئے قدرتی بنا ہوا تہا اوس رستہ سے تو چڑھے نہین ایسے رستے سے چڑھ گئے کہ جسپر مہذب انسان ایک قدم چلنا بہی گوارا نہین کر سکتا۔ خدا جانے کمبختون کو یہ سوجھ کیا گئی۔ نہ اونکو نہ جانے کا اندیشہ ہوا۔ نہ اسکا کہ اس رستہ مین شیر چیتے رہتے ہین وہ پہاڑ کھائین گے۔ ہماری فوج نے اُس رستہ کی نسبت کچھ بھی خیال نہین کیا تہا۔ دیکھا تو اُسنے ضرور۔ مگر اسکو اونسے رانتہ ھی نہین سمجہا اسلئے تو یون کا کچھ ادہر نہین کیا۔ اچہا خیراب آگے سنئے نامعقول ڈچون نے اوپر پہونچکر کیا حرکت کی۔ پہاڑ کی بالائی سطح پر پہونچکر پہلے تو اونہون نے چہوٹی چہوٹی غوجی جو کہ نہ ہو سنگوانا شروع کر دیا۔ اسکو مارا اسکو دھاڑا اسکو اسکو دھکا غرض خوب دل کے حوصلے نکالے۔ جب ادہر سے فارغ ہوئے تو سب اوپر جو کیمپ تہا اوسپر حلا کر دیا۔ سا اسکس چالاکی کیسا تہہ نیچے یاد کیمپ کے قریب پہنچگئے کہ ہماری بہادر فوج کو خبر

کرتے دہرتے نہ بنی

اُن موذیون نے ایسی ترکیب سے گھیر ڈالا کہ ہماری بہادر فوج کل کی کل ایک ہی دفعہ یورش کر سکے رستہ جب تنگ کر دیا تو مجبوراً فوج تہوڑی تہوڑی جان پر کھیل کر کیمپ مین سے نکلنی شروع ہوئی مگر ان موذیون نے ایسی بیدردی کے ساتہ انسے سلوک کیا کہ خدا ھی اونکو سمجہیگا جس قدر ہماری فوج باہر نکلتی گئی۔ یہ اُسکی چٹنی کرتے گئے کمال تو یہ ہے کہ ایسے سنگین خطرہ کے وقت بہی ہماری بہادر فوج مین ذرا بہی گھبراہٹ نہین پہیلی۔ ہر شخص جانتا تہا کہ باہر نکلا اور ذبح کیا گیا۔ مگر صبر شکر کر کے مسلح ہوتا تہا۔ اور سینہ تانتا ہوا باہر نکلتا تہا۔ اور وہ نکلتے ھی ٹھکانے لگ جاتا تہا لیکن بیپرا وہ بہادر نکل پڑتا تھا قصہ مختصر یہ کہ آدھی فوج کو تو اونہون نے لپین جہرن ڈالا اور آدھی فوج کو لے لے کر کے زندہ دھر دبوچا۔ کیمپ کے آس پاس جو محافظین پڑے ہوئے تھے اونکی نسبت بھی بڑی دردناک رپورٹ آئی ہے۔ خبر پہنچی ہے کہ سنگدل ڈچون نے ایک ایک محافظ کو چن چن کر مار ڈالا اور پہر اونکی سنگینین لے کر کیمپ کی طرف چل پڑے اور یونہی (شاھی فوج) کو بڑی بیدردی کیساتھ کاٹ ڈالا۔ ہمارے تجربہ کار فوجی افسرن نے تو شاھی فوج کی یہ عظمت کی تہی کہ اسکو سب سے بلند اور محفوظ مقام پر ٹھہرایا کہ دور ہی سے حرلن کی خبر لے لیا کرے۔ اور اس کے کیمپ تک کوئی پہنچ ہی نہ سکے لیکن ڈچ ایسے نامعقول نکلے کہ وہ اُسکی تاک مین لگ گئے۔ اور انجام یہ ہوا کہ نام و نشان تک باقی نہ رہا مگر واہ رے فوجی افسرن کی دلیری اس شکست پر لکہتے ہین کہ اسکی ہکو نقصان نہین

امیر حال لکیر کے فقیر ہین

امیر حبیب اللہ خان صاحب کے گدی نشین ہونے سے انگریزی ہمدرد تو بہت ہی خوش ہوگئے ہین کہ ہماری دل مرادین پوری ہو جائین گی۔ کیونکہ لوگون کا خیال یہ تہا کہ امیر عبد الرحمن خان خلد آشیان کے مزاجین جو جہالت اور ہٹ تہی وہ امیر حبیب اللہ خان صاحب کے مزاجین ہرگز نہ ہوگی۔ گورنمنٹ عالیہ بہی یہ سمجہے تہی کہ امیر صاحب نے جو ہماری درخواستین نامنظور کر دی ہین وہ جب یہ امیر صاحب منظور کرلینگے کیونکہ امیر مرحوم تو اولڈ فیشن تہے۔ امیر صاحب موصوف خان گو نئی روشنی کے نہ ہون علیگڈھ کالج کے تعلیمیافتہ نہ ہون۔ ولایت کی ہوا نہ کہائی ہو لیکن ہین تو نئے زمانہ کی پیدائش۔ کچھ تو چاشنی قائم ہوگی اسلئے امیر صاحب کی وفات کے بعد فوراً ھی یہ خیال پیدا ہو گیا کہ امیر حبیب اللہ خان کے گدی نشین ہوتے ھی پرانا راگ شروع کر دیا جائے۔ وہ نئی سلطنت کے انتظام مین مصروف ہون گے رعایا کا بعض حصہ ضرور برانگیختہ اور سرکش ہوگا وہ انکی سرکوبی مین مصروف ہون گے۔ ادہر سے جو فرمائشی درخواستین ڈالی جائینگی تو وہ رعب مین آجائین گے۔ اور خود ہی گھبرا کے سب درخواستین منظور کرین گے۔ کیونکہ اونکو اسوقت ضرور یہ خیال ہوگا کہ اگر گورنمنٹ برطانیہ کا دل توڑا جائیگا۔ تو ممکن ہو کہ اور کوئی مصیبت نازل ہو جائے۔ چنانچہ گورنمنٹ نے عین موقعہ پر ڈیپوٹیشن ہمدردی سے بہرا ہوا بہیجا مگر کوئی کام نہ نکلا۔ امیر صاحب نے گورنمنٹ کی ہمدردی کی کچھ قدر نہ کی۔ وہی لکیر کے فقیر بنے رہے۔ گورنمنٹ اس تاک مین ہے کہ کسیطرح افغانستان مین ریل اور تار کا جال پہیل جائے۔ امیر صاحب نے اپنے والد مرحوم کی طرح اس کان سنا اس کان اڑا دیا۔ ڈیپوٹیشن جیسا گیا تہا ویسا

جوش کی کچھ انتہا بھی ہے

جنگ ٹرانسوال کا ابھی تک معاملہ یہی معلوم نہیں کہ فوج طلسماتی ہیں یا شعبدہ گر۔ انگریزی جمارات کا رخ پلٹ دیتے انہیں ذرا بھی دیر نہیں لگتی۔ انکی حالت اسوقت سیب کی سی ہے کہ زردگی اور سُرخی دونوں کا نمود ہے کبھی زردی جھلک گئی کبھی سُرخی چمک گئی۔ ایسے ہی اونکی حالت ہے۔ حال حاضر ہوا تو قدم جما کے دو چار ہاتھ ایسے مار دئے کہ انگریزی فوج بھی حیرت سے دیکھتی رہ گئی اور اگر طبیعت حاضر نہ ہوئی اور خواہ مخواہ بھی انگریزی فوج آ لپٹی تو فوراً ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ فوج بیچارا تو ہیں ہی یہ سمجھ لیتے ہیں کہ برس کے تین سو ساٹھ دن ہوتے ہیں پھر دیکھا جائیگا۔ غرض وہ دو دو ہاتھ کئے بغیر ہی اڑنچھو ہو جاتے ہیں۔ دیکھنے والے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ فوج بالکل مردہ ہو گئے۔ ان میں لڑنے کی طاقت ذرا بھی نہیں۔ یون ہی ان ذلیل ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ انگریزی اخبار میں دونوں طرح کے خیالات شائع ہوتے رہتے ہیں کوئی تو کہتا ہے کہ گورنمنٹ گھبرائی نہیں بس اب مار لیا میدان۔ کوئی رہ رہ کر فوج کو کہ دم ہی بھاگے ہیں۔ کوئی فتح کی نسبت کہتا ہے این خیال است و محال است و جنون۔ یہ تو ظاہر ہے کہ فوج ہار کھا رہے ہیں مگر سچا یوں ہے کہ اسکے ساتھ انکی ہمت شکستہ ہو روز بروز انکا جوش بڑھتا جاتا ہے۔

اس میں بھی شک نہیں کہ ڈچون میں سے سیکڑون نے اطاعت قبول کر لی۔ اور سیکڑون ہمت ہار کے بیٹھ گئے۔ اور ہزارون مارے گئے۔ سب تو گنتی کے رہ گئے ہیں۔ لیکن ایسے مجبور ہیں کہ مر جانے کے بعد بھی

بھوت بنکر لپٹ گئے

گو کہ شروع سے ہی ڈچون کا یہ مقولہ ہے کہ بغیر کامیاب ہوئے ہم ہرگز جنگ سے ہاتھ نہیں اٹھائینگے اس معاملہ میں فوج اور سردارون کی قسماقسمی اور دھرا دھری بھی ہو چکی ہے۔ مگر خبر کہنے اور کرنے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ جو فوج کہ زیر دل اور ہمت تھی انہون نے حلقہ بگوشی اختیار کر لی۔ لیکن موجودہ تعداد سے تو اب یہ امید نہیں ہو سکتی کہ وہ سیدھی طرح مان جائیں۔ یا برٹش فوج کے مقابلہ کی تاب نہ دیکھ کے اطاعت قبول کر لیں۔ چنانچہ اخبار سٹینڈرڈ کا نامہ نگار خاص جنوبی افریقہ سے یہ لکھتا ہے کہ ڈچون کی نسبت جو یہ مشہور ہے کہ وہ دم توڑ رہے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ ولایتی بیدماغ واقعات یا جنگی افسرون کی رپورٹ پر خیال کر کے ادھر ادھر دوڑا کے گھر میں ہی بیٹھے بیٹھے اندازہ قائم کر لیتے ہیں کہ بس اب دو چار ہی جیسنے کی کا اکست ہے۔ اور ڈچون کے تیور یہ کہہ رہے ہیں۔ مریم پر مریم نہیں۔ یہ لوگ قول کے واقعی سچے معلوم ہوتے ہیں۔ اور انکا جوش اسقدر زور دیر ہے کہ مسٹر کروگر کا قائمقام اور مسٹر کروگر دونون قید ہو جائیں یا انگریزی فوج کی بھینٹ چڑھ جائیں تب بھی وہ لڑنے سے ہرگز باز نہیں رہینگے۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ اونکی ہٹ کا آخر نتیجہ یہ ہوگا کہ امن سے آگے ہی نہ رہیگا۔ بلکہ بعد دیگرے برٹش فوج سبکو ہڑپ کر جائے گی۔ لیکن دفعتہً وہ یہ بھی نہیں کر سکتی کیونکہ ابھی تک ڈچون کے پاس سامان جنگ معقول ہے یہی وجہ ہے کہ دس پانچ مقابلون میں ایک آدھ فتح بھی ہو جاتی ہے

آستین کا سانپ بن گئے

یہ قاعدہ کی بات ہے کہ رعیت ان خلجان میں پھنس جاتا ہے۔ سیدھی منہ بات کرنے والے ٹیڑھے ہو کر بولنے لگتے ہیں۔ برٹش گورنمنٹ کی جو آجکل پوری قوت جنگ ٹرانسوال میں صرف ہو رہی ہے تو ماتحت سلطنتون میں سے بعضی رعایا خواہ مخواہ بھی رد بدل رہی ہے چنانچہ آئرلینڈ کی نسبت اس ہفتہ میں ایک خبر موصول ہوئی ہے وہ اگر سچ ہے تو فی الواقع سخت افسوس کا مقام ہے وہان کی رعایا کا بہت بڑا حصہ گورنمنٹ انگلستان کا مخالف ہو گیا ہے۔ اون کے دماغین فساد اور شرارت کا مادہ پورے طور پر سرایت کر گیا ہے۔ غضب تو یہ ہے کہ صرف رعایا ہی برسر مخالفت نہیں بلکہ پارلیمنٹ کے بھی دو چار ممبرون کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ ایک عرصہ سے انہون نے یہی شیوہ اختیار کر رکھا ہے۔ کہ انگلستان کی نیابت کے کمشنر و پٹو (معاون گورنمنٹ) فرقے کی تحریر پر خواہ مخواہ بھی اعتراض جڑتے رہتے ہیں اور اسقدر سختی کے ساتھ کہ بعض وقت تو حیرت سے اوٹھا دیتے ہیں۔ اب انہون نے یہ شرارت اختیار کی ہے کہ انگلستان کے کسانون کو زمینداروں کے خلاف ابھار رہے ہیں جس سے سخت نقصان کا احتمال ہے۔ اسی جرم میں پارلیمنٹ کے تین آئرش ممبرون کو سزائے جیل بھی دیگئی مگر اس سے وہان کی رعایا کو ذرا بھی عبرت نہیں حاصل ہے آئرلینڈ کے معزز اشخاص نے ایک بڑی کمیٹی خاص اسلیئے بنائی ہے جو گورنمنٹ کا ناک میں دم کر سکے تجویز نیا کر لیگی۔ اس انجمن کا نام آئرش لیگ ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ انکی تجویز انشا اللہ ... کمپنی جو مختلف ممالک میں اپنا کام کر رہی ہے

بے بسی میں بھی نہیں چوکتے

اس سے زیادہ ڈھٹون کی اور کیا بے حیائی اور ڈھٹائی ہو گی کہ کمبخت مری ہوئی حالت میں بھی اپنی شرارتوں اور عیاریوں سے باز نہیں آتے۔ ایسے ہی لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ ناہنجار بوئر بے بسی کی حالت میں بھی قید سے بھاگ جانے کی فکر میں رہتے ہیں اور خالی فکر ہی نہیں بلکہ ایک آدھ کرشمہ ایسا دکھا ہی دیتے ہیں کہ جس سے اون کے محافظین کے چودہ طبق روشن ہو جاتے ہیں۔ حال کا واقعہ ہے کہ ترچنا پلی میں جو بوئر قیدی سرکاری نگرانی میں رکھے گئے ہیں اونکا کیمپ شہر سے کچھ فاصلہ پر ہے۔ اوسکو گرداگرد فوجی چوکیاں بنی ہوئی ہیں اور اوسکی حفاظت کے لیئے فوجی بھی معقول تعداد میں ہیں مگر ظالموں نے ایک دفعہ تو سب کی آنکھوں میں خاک جھونک ہی دی۔ ان قیدیوں میں دو قیدی افسر بڑے چالاک یا یون سمجھئے کہ عیار۔ کرنل تھے کہ وہ ایک تو خود نکل آئے۔ اور دوسرا اور دو کو بھی نکال لائے۔ اور مزا تو یہ ہے کہ ایسے صاف نکال لائے کہ بقول شخصے محافظین (جو خالص یورپین تھے) کے فرشتوں کو بھی خبر نہ ہوئی۔ غرض وہ پورا غول بیابانی سٹیشن تک جا پہنچا۔ یہاں اُن حضرات نے ریفرشمنٹ روم میں کھانا کھایا۔ اور عمدہ سے عمدہ شراب وانٹی۔ پھر کیا تھا لگے وہ تو کمپیان بہانے کمبخت مدت سے بھیڑ بکریوں کی طرح رسن در گلو ہو کر رہتے تھے اونکو جو تھوڑی دیر کے لیئے آزادی ملی ہندی ٹھنڈی ہوا لگی تو آپے سے باہر ہو گئے۔ اول نول بکنے لگے۔ بس یہی اون سے غضب ہو گیا۔ اور خوشامدی ریفرشمنٹ روم والوں نے اس حرکت کی خبر بھی کہ ... بلادیا۔ سو مارا گیا۔ فوراً پولس کو اس کا بھی خبر پہنچا ... کی روانگی میں خواہ مخواہ ... اونکی جھک ... [illegible]

روس خان کی بھی برال ٹیکی

اس موقعہ کے لیئے کسی نے کیا خوب کہا ہے سے ساتھ لے دے کر اپنے یاروں کو مینڈکی بھی چلی ماروں کو یہ بہاری بہادر اور یہ ارمغز گورنمنٹ جو ایک ہمدردی اور خالص محبت کے ساتھ بھرا ہوا ڈیپوٹیشن امیر حبیب اللہ خان بہادر کی خدمت میں بھیجکر اپنی سچی محبت اور موانست کا اونکو یقین دلایا۔ تو اس حرکت سے بیچارہ روس بھی عینک لگا بیٹھے بقول شخصے مینڈکی نے گھوڑے کے نعل لگتے دیکھے اپنا پاؤں بھی بڑھا دیا کہ اسمیں بھی جڑ دو کہاں گورنمنٹ برطانیہ کہاں روس پھر روس گورنمنٹ برطانیہ اور افغانستان کا بیچ میل جول ہے کہ روڑا روپیہ پیسہ افغانوں کو چٹا چکی ہے۔ امیر صاحب کی نذر بھینٹ اتنے ہی۔ پھر اب کیا ہے کہ روس منحوس کنجوس کبھی چوس کو کون پوچھتا ہے۔ وہ خواہ مخواہ بھی افغانستان اور انگلستان کی محبت کے درمیان اپنی ٹانگ اڑانے دیتا ہے اسکی غرض یہ ہے کہ روسی ڈیپوٹیشن امیر حبیب اللہ خان کو روسی پالیسی کیطرف متوجہ کردیگا۔ کیا اونہوں نے امیر صاحب کو بچہ سمجھ لیا ہے۔ وہ تو جالباز یونین تمام روسی مدبروں کو سبق پڑھا دیں۔ امیر صاحب نے روس کو تو ابھی کوئی جواب نہیں دیا۔ لیکن اونکا کوئی حرج نہیں۔ روسی ڈیپوٹیشن اونکا کیا لیجائیگا۔ دس پانچ ذرہ کہ اپنی قسمت کا جنا چبینا چبا جائیگا۔ لیکن امیر صاحب نے ابھی کوئی اجازت نہیں دی۔ گورنمنٹ ہند سے پوچھا ہو کہ کچھ کیا صلاح ہے۔ گورنمنٹ نے جو انہوں نے اجازت مانگی اسمیں بھی کوئی خاص بھید معلوم ہوتا ہے۔ غالبا یہ منشا ہوگا کہ اگر گورنمنٹ اجازت نہ دیگی تو ... دینگے کہ ... قرض ... [illegible]

ٹرکی میں قلعہ بندی

آجکل مدبرانِ یورپ کے دلمیں جو سلطنت عثمانیہ کے بغض و حسد کی آگ زیادہ بھڑک رہی ہے۔ اور جو ہے وہ دانت کچکچا رہا ہے۔ اس حالت کو دیکھ کے اراکین سلطنت عثمانیہ چونکہ کریں کیا قصہ ہے۔ ہم نہ کسی سے بولیں نہ چالیں۔ نہ دوسروں کے حقوق دبانے کی تمنا رکھیں اور پھر بھی حاسد ہمیں اپنی شرارتوں سے باز نہیں آتے۔ یہاں جو ہر موقعہ پر در گذر کر دیجاتی ہے تو اون کے اور دماغ ہو جاتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ٹرکی میں دم نہیں۔ اونکو اس خیال سے اور طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں لہذا اب جواب کی تیاری کیلیئے تیار ہو جانا چاہیئے۔ سب سے پہلے تو بندرگاہوں کی معقول حفاظت ہونی چاہیئے۔ چنانچہ قسطنطنیہ کے مدبرین کی رائے سے متفق ہو کے اعلیحضرت سلطان المعظم خلیفۃ المسلمین نے ایک کمیٹی کو یہ حکم فرمایا ہے کہ تمام بندرگاہوں کے قلعوں کی مرمتوں میں کیا خرچ ہوگا۔ اور اونکی تعمیر کے اخراجات کا اندازہ پیش کرے۔ چنانچہ کئی مہینے کے بعد کل نواح میں پھر کے اوس کمیشن نے اپنا فرض منصبی ادا کیا ہے۔ ٹیکس میں اس حصہ کی بھی رقم زیادہ کر دی جائے۔ امید کی جاتی ہے کہ ٹرکی رعایا اس بار کو نہایت خوشی سے منظور کریگی۔ یقین ہے کہ اس سال کے اندر اندر یہ کام شروع ہو جائیگا۔ جن بندرگاہوں پر قلعے نہیں ہیں۔ وہاں از سر نو بنائے جائینگے۔ اور جو قلعہ جات کہ صرف مرمت طلب ہیں اون کی مرمت کر دیجائیگی۔ قلعوں کے سلسلے تو پوں کا بھی آرڈر دیدیا گیا ہے۔ جو ولایتی کارخانوں میں ڈھل رہی ہیں

کوئی ترکیب رہ نجائے

ہماری گورنمنٹ بھی اب فی الواقع ٹرانسوال کے پیچھے ہاتھ دہوکر پڑ گئی ہے۔ پہلے تو یہ غالباً معمولی شغلہ سمجھتی تھی کہ اگر ٹرانسوال کی فتح مہینوں بعد بھی ہوئی تو کیا پرواہ ہے۔ ولایتی فوج پڑے پڑے سڑ رہی ہے۔ ٹرانسوال میں اسکے ہاتھ پاؤں چلتے رہیں گے۔ تو ہمیشہ چست و چالاک رہیگی۔ کسی آئندہ عظیم جنگ میں خوب اوچھل کود کے دشمن کی فوجوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹیگی۔ غرض پہلے جو جنگ ٹرانسوال کی متعلق گورنمنٹ کی پالیسی تہی اوس سے تو صاف یہی سمجھ میں آتا تھا کہ اوسنے یہ دلمیں خیال کیا ہے کہ گاجر پونگی ہے کبھی بھی توڑ کھائی۔ مگر اب تو اسکی مستعدی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ٹرانسوال کو گاجر کی پونگی نہیں سمجھتی بلکہ تونبے کی پونگی سمجھتی ہے اور اسنے یہی دلمیں ٹھان لی ہے کہ بغیر بجائے ہرگز پیچھا نہیں چھوڑیگی۔ جسطرح بنیگا بجا کے رہیگی۔ اسمیں بھی نہیں کہ پونگی ہی بجا کے رہجائے بلکہ فتح کا ڈنکا بھی بجا دیگی فوج اب اپنے ولولے پورے نہیں کر سکتے۔ پہلے انہوں نے خوب ہاتھ مار لئے مگر بقول شخصے وہ دن گئے جو خلیل خان فاختہ اڑاتے تھے۔ اب تو ہماری فوجکا ہر سپاہی رستم و اسفندیار بنا ہوا ہے۔ اونکی تیمار خانی آسوقت تک ہی جبتک کہ گورنمنٹ عالیہ کو جوش نہیں آیا تہا۔ اور فتح کا اندرونی شوق نہیں پیدا ہوا تھا۔ اب اُن بچاروں کی کیا ہستی ہے وہ ہماری گورنمنٹ کے مقابلہ میں ایسی فتح کا دوزانو کیسے جم بیٹھ سکیں گے۔ گورنمنٹ عالیہ کے پاس طرح طرح اور قسم قسم کے آلات ہیں۔ چنانچہ اب جسنے ٹرانسوال کو اڑا دینے کیلئے وہ توپیں بھجوائی ہیں جنہوں نے سرحدی پہاڑیوں کے پرخچے اڑا کر وحشیوں کو گھبرا دیا تھا۔ اب دیکھیں کہ بوئر کیونکر پہاڑ کے غار و درہ میں بسلامت رہ سکتے ہیں۔

کہیلا سو کھا سب برابر ہے

ہماری گورنمنٹ فی الحقیقت ایسی باعظمت اور باجلال ہے کہ اسکی نزدیک میدان کہیلا ہو یا سوکھا سب برابر ہو کیونکہ ہماری بہادر فوج آٹھوں گانٹھ کمیت ہے کیونکہ پہلوانوں کا یہ قاعدہ ہوتا ہے کہ ایک داؤں انہیں ایسا رواں ہوتا ہے کہ اگر ایک دفعہ ویسی ہی اُس داؤں پر چڑہ جائے تو بغیر چت ہوئے کبھی نہیں رہ سکتا۔ ایسے ہی فوجکا حال ہے کسی کی فوج سوکھے میدان کی جوانمرد ہوتی ہے۔ اور کسی کی گیلے میدان کی۔ مگر ہماری بہادر فوج سب گہر ہو رہی ہے اسکو ہر طرح کے داؤں یاد ہیں۔ اور ہر قسم کی جنگ کی مشاق ہے۔ چاہے خشک میدان میں لڑوالو چاہے تر میدان میں۔ گلگت کی لڑائی خشک میدان کا نمونہ تو تمام جہان نے دیکھ ہی لیا کہ پہاڑی اضلاع میں ہماری بہادر فوج نے کیسے بڑہ بڑہ کے ہاتھ مارے ہیں اور وہ وحشی قوم کہ دیو بھی جسکی گوشمالی نہیں کر سکتے۔ انگریزی فوج اوسکا بہت بڑا حصہ پامال اور غلام بنا لیا ہے۔ اور اسکو دلیر ایسا بہادر بنا کے اسکے بٹھا دیا ہے کہ جنگ ٹرانسوال ختم ہو جانیکے بعد بہر کوئی فوج مقابلہ کا نام بھی نہ لیگا۔ خیر وہ قصہ تو طے ہو ہی جائیگا۔ اور غالباً بہت جلد ہو جائیگا۔ کیونکہ ہماری گورنمنٹ نے اب سرحد ہند کی فتح کر لینے والی توپیں وہاں بھیجی ہیں۔ پہر اب فتح ہو جانے میں کیا شک رہ گیا۔ ہزاروں میں ہو لاکہوں میں ہو اور ایسی ہو کہ جسکو سنکر تمام زمانہ دانتوں میں اُنگلی دبا رکھتے میں رہجائے۔ غرض خشک فتح میں تو آجتک کسیکو کلام نہیں رہا۔ لوگوں کا خیال اب تر کیطرف ہوگا گورنمنٹ اسکا بھی نمونہ دکھا دیگی چنانچہ اسنے ابکی جنگ کی تیاری شروع کر دی ہے۔ لکھ پتی نے کلائیکنی کو جنگی جہازوں کی نسبت بیان دیا ہے۔ ہمارا بیڑا ایسا ہے کہ وہ جو ایسے ہندوستان کی دنیا میں کسی سلطنت کے پاس اسکی زیادہ مضبوط ہو

بیڈھب میدان مارا

مقام ٹوئیفانٹین کی جنگ میں فی الواقع ڈیوٹ نے ایسا ہاتھ مارا کہ ہوش اڑ گئے گذرے زمانہ میں ہرگز اسکی ایسی توقع نہیں ہو سکتی تہی۔ اپنی پیاری گورنمنٹ کے اس نقصان کو سنکر جو اس جنگ میں جانی اور مالی ہوا اور جسطرح ہوا۔ غالباً تمام ہمدرد دلیسی ہمدردوں نے پانی پی پی کر ڈیوٹ کو کوسا ہوگا کہ مردود کا نام ہی دنیا سے غارت ہو جائے ہماری معصوم فوج کو دہوکے دے دے کر مار لیتے ہیں۔ اور بعد ہمدرد مردوں نے ناہنجار ڈیوٹ کو دل ہی دل میں گالیاں دیکر اپنا جی خوش کر لیا ہوگا۔ مگر بھیا ایمان کی کہیں گے کہ یہ جو کچھ کسیسے کیا ہوگا جوش وفاداری میں کیا ہوگا لیکن اگر اسمیں ذرا بھی انصاف پسندی اور شجاعت کا مادہ ہوگا تو کوسنے کاٹنے یا گالیاں دینے کے بعد بیساختہ منہ سے ڈیوٹ کی کارگذاری اور ہمت کی نسبت آفرین نکل گئی ہوگی۔ کہ اس ٹوٹی پہوٹی حالت میں جو بیچارے ڈیوٹ نے ایک میدان مار لیا تو واقعی بڑا کام کیا اور میدان بھی کیسا پہاڑی۔ کہ جو ایک دفعہ تو دیو زاد بھی پہاڑی مورچہ پر قابو نہیں پا سکتے۔ کیونکہ وہ پہاڑ بہت اونچا ہے۔ اور پہر ہماری فوجنے مورچے بہت زبردست بنا رکھے تہے۔ اور قریب قریب کے خشکی توپیں بھی لگی ہوئی تہیں۔ غرض رستہ کا ہر طرح کافی انتظام تہا۔ کسیطرحکا کھٹکا تو کیا شبہ بھی نہیں رہا تہا لیکن اسکا کیا علاج کیا جائے کہ وحشی فوج اُس راستہ ہی سے نہیں اوپر چڑہے کہ جسکے ناکہ پر بڑی بڑی توپیں نصب تہیں۔ اور آتے ہی ہماری فوج کو بڑا دبایا۔ اب کہتے کہ ایسے موقعہ پر اگر ہمسر شکست بھی اوٹہانی پڑ جائے تو فوجکا کیا قصور کیونکہ جب مخالف بیٹا مدعا اسکے گھر میں گہس آئے تو وہ پہر اسکو نکالنے کی کیا تدبیر کریں —

محفل کیمیائی

سال نو

قاضی بہ لنڈن آمد و کتوال بہ رفت
ما را چہ ازین قصہ کہ گاؤ آمد و خر رفت

ہم مرحوم سنہ ۱۹۰۲ء سے اسقدر محبت تھی کہ اوسکے انتقال کا صدمہ کچھ دیر بطور یادداشت یا پیارے رنگا ئے رکھیں۔ نہ لارڈ سنہ ۱۹۰۳ء کی شادیون کا دل مین ارمانون نے مجسم کر رکھا ہے کہ آنیوالے تیرہ برسون کی شکستہ امیدون دہرزہ نشاد سگے بہلانے مین ہم زور کوششین کرینگے۔

ہم سچ کہین نہ ہمین انکی پروانہ اونکی خواہش نہ انسے دشمنی اور نہ اونکی آرزو گی و دشمنی کا خیال نہ اونکے ملال کا ملال۔ جو صاحب تشریف لیجانا چاہین خدا حافظ اور جو صاحب ورود فرمانا چاہین بسم اللہ نہ گئے کا غم نہ آنے کی خوشی۔ بقول کسی ملنگ کے
یا حق یا ہادی نہ غم .... شادی۔

اور اصل تو یہ ہے کہ جب کسی ناخواندہ مہمان کو انہو میزبان کی تکالیف کا ذرا ہی خیال نہو تو پہر اوسکو نزدیک بہی اوسکا آنا ہیت برابر ہے۔

مرحوم کے زمانہ حکومت مین کوئی امید بر آئی۔ نہ موجودہ ذات شریف سے کوئی امید کیجا سکتی ہے۔

نکلی نہ کبھی کسی بائل کی آرزو
اور آرزو بھی وہ جو مرے دل کی آرزو

حرت مرحوم! معاف کیجئے کا جل جلاؤ کے تاہم کسی شکایتین پیش کر کے آپکو دلمین جگہ کی ہیجو با کیا جائے بعض موقعے ایسے ہی ہوتے ہین کہ ضبط کیا جائے مگر بیساختہ دل سے آہ نکلجاتی ہے بطفیلِ تحریبان کر کے تسلی کے قریب ہوائی کرنی ہیجو

طاعون تو خیر گذشتہ حضرات کی عنایت ہے جو ابتک سلسلہ وار ایک کی گود سے دوسری کی گود مین ویکر کہدیا جاتا ہے کہ اوس ہونہار بچہ کو حفاظت سے رکہنا۔ بقول شخصے یہ تو پیچھے سے ہی ہوتی چلی آئی ہے اسلئے خاص آپکو اسکا الزام نہین دیسکتے مگر ہان حضرات سیفہ خان خاص آپکے آورد ہین آپکو زور پہاڑ کر اونہون نے خلاف معمول قہیانہ ایسے پہنچ جائے کہ مہینون قیام کر کے ہزارون کو شہر بدر کر گئے طاعون ہی ہماری بربادی کے لئے کیا کم تہا جو آپنے دوسرے موذی کو ہماری ڈشانے کو دعوت دیدی۔

آپ ہی اپنے ذرا ظلم وجفا کو دیکہین۔

ہم اگر عرض کرین گے تو شکایت ہوگی

علاوہ اسکے آپکا آنا ہے پہچے۔ کہانسی زکام۔ نزلہ تپ وغیرہ کی بہی خوب بن آئی۔ چہار طرف گہوم گہوم کر خوب سیرین کی اور لوگون کو اپنے چکر مین پہانس کر خوب خیر و گلقند کی دعوتین اڑائین۔

مخصوص رواروی کے زمانہ مین حضرت سیفہ بہانے خوب گشتیان کین۔ لکھنؤ کی تو ایسی خاک چہانی کہ شائد کوئی محلہ ایسا ہوگا کہ جسکی خاک اوڑی ہو۔ مگر خیریت اتنی گذری کہ جو کسکے گہر ون پر آپکی مہربانی کی سرسری نظر بہی نہ ڈالی۔ ورنہ اگر ادہر کن انکہیون سے بہی توجہ دیدیتے تو سیکڑون بے نظیر سوتے مین دہن کشتی بنکر اوڑجاتین۔ اور اون کا کام کرتے کرتے ہزارون ہی رنگین مزاج بہ موت ہی مرجاتے۔

گرخیر شد آنچہ شد۔ گئی گذری باتون کو یاد کر کے کہانتک واویلا کرین۔ اور کیون اپنا خون پانی ایک کرین۔ قصہ مختصر یہ ہو کہ وصل ہی دیکہا جدائی دیکہی بدبختی نے جو صورت دکہائی دیکہی۔

اب ہم کو چاہیے کہ سنہ ۱۹۰۳ء کا بڑی تپاک کے ساتہ خیر مقدم کرین اور ہنسی خوشی کی جے منا تے ہیں۔

مثل مشہور ہے۔ ”دنیا بامید قائم“ اسلئے ہم کو اپنے نئے مہمان سے بہت کچھ فلاح و بہبودی کی امید ہے۔ اور کیون نہو بظاہر تو اسکے قدوم میمنت لزوم کی خوشی سے آثار چمک رہے ہین۔ مثل مشہور ہے پوت کے پاؤن پالنے مین ہی نظر آجاتے ہین۔ دیکہو اسکے آتے ہی کیسی چہل پہل نظر آنے لگی۔ ایکدم ہی دنیا مین زمانہ پلٹ گیا۔ نہ وہ رنج و الم کی صدائین ہین نہ ماتم و درد کی دل آویز جدہر دیکہو عیش و عشرت کے سامان ہین۔ بہار بیخزان کے پہول یا و گلعذارون کے دامان ہین۔

تیتر بٹیر مرغی انڈے کی پکار ہو بعد و نازنگی کیلے سنترے کی وے ما ہی۔ جسے دیکہئے ڈالیان لئے بڑے صاحب چہوٹے صاحب۔ فلان صاحب ڈہمکے صاحب ولایتی صاحب۔ گاڈشی صاحب کا بنگلہ تلاش کر رہا ہے۔

ہمشین گوئی کار تو اچہا نہ یا ہم تو بہیجے بگجم کا خاکہ اوڑانا ہمارا قاعدہ نہین مگر ہان اتنا کہے بغیر ہمارا دل مانا ہی نہین سکتا کہ جب جسمین یہ سامان ہین آو خدا رکہے جوان ہونے پر سنہ ۱۹۰۳ء جو کچہ نہ کر ڈالے تہوڑا ہے۔ کچہ عجب نہین جو ہمارے ڈوبتے ہوئے قومی جہاز کا ناخدا بنکر سنبہال لے

ای سنہ ۱۹۰۲ء ہم لوگون پر واجب تہا کہ تجہی مہمان عزیز سمجہ کر بڑی دہوم کے ساتہ تیرا استقبال کرتے او تجہکو ایسی چاشنی والی دعوتین چٹاتے کہ پہر تو قیامت تک سرکنے کا نام نہ لیتا۔ مگر کیا کرین ہم تو لنگوٹی مین پہاگ کہیلنے والے ہین۔ ہمارے ملک مین دولت تو بے انتہا ہے مگر ہم فاقہ مستون کے لئے نہین ہماری دولتین اہل ولایت کیلئے ہین۔ اور یہ بدنصیبی درحقیقت ہماری شامت اعمال سے ہے۔ بغض حسد۔ غرور تکبر۔ ہمہ ہمی نے ہمارا یہ حال کر دیا۔ اسمین کسی کا کیا قصور ہے۔

راقم۔ شید ا بلبرہ بارہ بنکی۔

ہوگئی ہوگئی ہوگئی

ارے میاں اڈیٹر! کچھ سنتے بھی ہو - ہوگئی - ہوگئی! ہین - ہین - خیر باشد کیا ہوگئی - کیا کا لشکاری بل کی چھپائی ہوگئی - مسٹر کرزن کو ختمے سے ناامید ہوگئی - پرنس حبیب اللہ خان کی گدی نشینی ہوگئی یا اور کچھ ہوگئی؟ اجی حضرت بس رہنے ہی دیجیے - آپ ہماری ہوگئی کو ہرگز نہیں سمجھ سکتے - آپ کی ہوگئی پرانی ہوگئی ہے اور اینجانب کی نئی ہوگئی - کچھ سمجھے؟ آہا - اب سمجھا اور خوب سمجھا - ایک ہندوستانی راجہ کے سر پر امریکن لیڈی سے شادی کرنے کی دھت سوار ہوگئی - چین کی بلی پلید ہوگئی - ہندوستان میں اخبار کی بھرمار ہوگئی - لکھنؤ میں بیگموں اور رنڈیوں کی کثرت ہوگئی - بستی میں ہمارے قیمون کی شدت ہوگئی - بس حضرت یہی نا؟ اجی واہ جناب یہ تو مدت کی ہوئی ہوائی باتیں ہیں - ہماری ہوگئی کو سمجھ جانا کیا ہنسی ٹھٹھا ہے - میر اسمٰعیل نہ تو بہ مطلب دس پانچ صدیوں تک تو آپکی سمجھ میں آ نہیں سکتا - پھر کچھ آجائے تو میں کہہ نہیں سکتا - اچھا حضرت تو پھر آپ ہی بتائیے کیا ہوگئی - اہو خوب یاد آیا - ٹھیرئیے ٹھیرئیے - ابھی او دیکھیے باقی ہے لیجیے بتاتا ہوں - بستی میں پرلوٹیم قائم ہوگئی - مشن اسکول بستی میں ایونناب پارٹی ہوگئی - حیدرآباد میں جدید وزارت ہوگئی - حجاز ریلوے کے بعض حصوں میں ریل جاری ہوگئی - اور مقطع کا بند یہ ہے کہ مابدولت پر ظرافت ختم ہوگئی: بس جناب اسکی سوا اینجانب کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا - اگر یہی حسب منشا ہو تو پھر آپ ہی خدا کے لئے کیا ہوگئی؟ بس حضرت معلوم شد کہ آپکی عقل گُم ہوگئی - اچھا سمجھ سنبھل جائیے -

اب جگر تمام کے بیٹھو مرنا باری آئی - مگر ہان یہ پہلے کان کھول کر سن لیجیے کہ اگر آپ ہنستے ہنستے لوٹن کبوتر بنجائیں تو بندہ ذمہ دار نہیں - لو سنو ہمارے مسٹر .... بہادر - اور بی منّا جان کی کھٹ پٹ ہوگئی - اور کمال تو یہ ہوا کہ جھٹ پٹ ہوگئی ؛ ؛ ؛

بقلم اعجاز رقم بنگش -

بڑا دن ہے جگر تھامے ہوئے بیٹھیں ہیں آتے ہیں
او چھپاتے کوسے بیٹھی پہ چٹکلیں آ سکتے ہیں

رنگیلے پنچ! آپکے نامہ نگاروں میں سال نو کے مضامین پر سبھی زور لگاتے ہیں اور ایسا لکھکیا کے لگاتے ہیں کہ سال بھر اوسکی ترنگ میں سرمست رہتے ہیں - ماشاء اللہ ایک سے ایک بڑھ چڑھکر نازک خیال اور خوش فکر لیکن آپ ذرا اینجانب کی جدت خیزی اور تو ڑ جوڑ ملاحظہ فرمائیے - اور کیوں نہ ہو اور پھر کیوں نہ ہو - ہم بھی ہیں پانچوں سواروں میں پنچ کے واقعہ نگاروں میں سے داد سخن دیجیے اور ملاحظہ کیجیے - وقدن بھیجتا ہوں -

ساقی نامہ

بندوں کی محبوبہ ساقی — دھوبی خان کی دھوبن ساقی
راج محل کی رہنے والی — اٹری تیجی کھنے والی
سر ستوں کی پیاری تو ہی — مستی تو ہشیاری تو ہو
ہر متوالا بندہ تیرا — گورا کالا بندہ تیرا
زیرو گدا - پانا - تیرا — مسند تکیہ چھپا تا تیرا
ڈفلی ڈھول دمامے تیرے — پگڑی او عمامے تیرے
گوشہ میں تیرے چلمن تیرے — میں تیری میموں تیرے
طبلہ اور سارنگی تیری — میوہ اور نارنگی تیری
تیرا آنا موسم آنا — تیرا جانا جان کا جانا
نانے انداز کے تیرے — صدقے دل ہر ناز کے تیرے

ہندوستان و لندن تیرا — جنگل تیرا گلشن تیرا
پیشہ اور تجارت تیری — شاہی اور وزارت تیری
ہر ما تجھ پر کا مالک تیری — دختِ رز سے پالک تیری
خم تیری خمخانہ تیرا — مینا پیمانہ تیرا
بجلی تری سی ہے ہوٹل تیرا — کرسی موڑھا ہوٹل تیرا
تیری آنکھیں صاف کٹورے ہے — جال کے پھندے لونگ لودے
چلتے پُرزے ہاتھ میں تیرے — جھگڑے سب ساتھ میں تیرے
تیری یاد میں سبکو بھولے — اندھے کانے لنگڑے لولے
میموں پر ہے سایا تیرا — تاڑ سے اونچا سایا تیرا
تیرا حصہ مست بنانا — تیرے بس میں ناچ نچانا
ہاں سبکو بیخبر بنائے — تازی تازی سیہ دکھا دو
بیخود و بیکش ہو گئے — گتے لاش پہ رونے آگئو
سر دھو ہی سب آتش گل کا — گرم کباب تو پہنچی دل کی
تھرتھرا ہے دل ٹھنڈا ہو کر — سو کے گئے سب گنڈا ہوکر
دخت رز کو بھی نے مارا — رہتے پیتے سال گذارا
ڈھول بجا آگے ڈھولا — لال پری کا چہرہ دولہ
سن ایک تو ابر جیسا پانی — نوز کے غم سوز مستانی
کیسے کیسے ساتھ چھوٹے — کیسے کیسے رشتے ٹوٹے
تھکا گھٹے ڈھونڈ ڈھونڈ — سو کر گیا دل روتے رہتے
طاعون نے ایک آنت ڈالی — گھر گھر گھس کر رسم مچائی
اسکو تو پاوس کر گیا — اسکو تھپا ادس کو مارا
چیا طاعون! یا ہو ہوم ٹھکا — ہر ایک چہرہ ہرنکا بجھا
بچوں کا اڑی لونڈیا گھا بچھا — رشوت لونڈ رانا چھوڑا
ہوتی کا مالم بڑے کا رونا — چھوٹا ہنسا کھانا سونا
مرنے پٹنے روز گنو لے — جان بچی اور لاکھوں پائے
اونٹ اور بڑ عیارانی ساقی — پرستوں کی جانی [illegible]
شیخ و زاہد سجے ہوتین — کاگ او ڑیں یادرہ [illegible]
پلٹا سال بڑا دن آیا — بجا گا بھوت چڑیل [illegible]
جبتک یہ نہ دکھادو — جبتک یہ پیمانہ دو
تو ایک جام سہارا کردے — دل کا جام پیالہ بھردے
دیوانے ہوں الٹو ہوکر — [illegible] دونا [illegible]

پیکر بوتی آب جو کی
ہوگا جو بوتجت مین ہو نا
لا او ساقی بوتی بے کی
کب تک ریسک بھی کٹ جاین
بیٹھے بیٹھے کہا گئے بڈے
اب تو تھا او ظالم حقہ بن
ہو گیا منہ بجتے بجتے
ین ہو کر بریم او ٹھین
سو عورت تہی بچاری
وہ کیا اٹھی آفت آ ئی
لگے ملنے پچھے کب تیے
آفت ا مینہ تھی رہ جاتی
کیسی ٹھہری کیسا نا لا
موت چلی تہا کی تہا ۔۔ پر
ہو گیا ہے بستر لیٹا
رو رو کر اک آہین بہرتا
اک ٹھیک کر تسلیمن کرتا
کیچڑ مین تہا نت پیٹ کوئی
کوئی او منہ تا مین لیتا
کیسا منہ کیفیت کیسی
دفت رو پیٹکار ہو تجہپر
کیا ناقص افعال ہین تیرے
تو ادھر او ساقی ساقی
ہمت کے دن جیل آ تا ہون
در تجہکو کر کے چھوڑون
اساقی ساقی ویسی

خبیث منا مین سال نو کی
کیسا ہنسنا کیسا رونا
ہاتھ سے رکھدو جو تیری نو کی
خالی ہو گئین ساری تہا مین
انڈے ہو گئے بالکل ٹھنڈے
جان دل سے صد تو چہرون
پہر گئین آنکھین تکتے تکتے
تو اوغشیگی یا ہسم او ٹھین
ڈنکر بولی آئی مین اسی
میخوار و نکی شامت آئی
تہوڑی دیر مین چت پٹ بچھے
دارو یا بیہوشی وہ تہی
دیکھتا کب تہا گرنے والا
سر نیچے تہا ٹانگین اوپر
اک نیچے اک اوپر لیٹا
ہنس ہنس کر اک باتین کرتا
اک بن مانس چین ہین کرتا
رکھتا پتلی حالت کوئی
کوئی ادلٹا گالی دیتا
ایسی مے کی ایسی تیسی
ساری شہر کی مار ہو تجہپر
کیسے بد تر حال ہین تیرے
زور سے تیری نا یون گردن
پیچ کے او پر تجہکو وارین
چورا ہے پر دہر کے چھوڑون
ان دو نو کی ایسی تیسی

لعنت ہے سیر پھٹکار او سیر
[illegible] ی ہے سیر بیزار او سیر

[illegible] نی نذر خدا نہین بیزار نہین تہا
[illegible] کے طلبگار و نہین تہا

عشق اب اسکا ہی چھوڑا دختر زکی وجہ سے
سال نو کے ساتھ ہی بندہ بھی نوکار و نہین تہا

بقلم

حضرت مولوی بیسدانہ

ریاست پٹیالہ مین و ابری بن کا انتظام

حضور ایجانب دو تین ہفتہ سے ریاست پٹیالہ مین ٹھہرے ہوئے تہے۔ ہمنے جو انتظام محکمۂ پولیس کا ریاست پٹیالہ مین دیکھا وہ آجتک پنجاب کی کسی دوسری ریاست مین نہ دیکھا۔ سچ تو یون ہے کہ جب خداوند کریم کسی خاص ملک یا خاص شہر پر مہربان ہوتا ہے تو ضرور اپنی شان رحیمی کو مد نظر رکھکر اس خاص ملک یا خاص شہر کی عنان حکومت ایسے نیک دل اور رعایا پرور حاکمون کے ہاتہون مین دیدیتا ہے جو لایق اور کارکن مدبر اور کریم النفس ہوتے ہین۔ جب سے مہاراجہ راج اندر سنگھ صاحب دنیائے فانی سے کوچ کیا ہے اوسیوقت سے گورنمنٹ پنجاب نے ریاست کے انتظام کو وہ لایق یورپین جنٹلمین بھیج دئے ہین کہ ریاست پٹیالہ کی رعایا گورنمنٹ پنجاب کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہے۔ مسٹر جی پی واربرٹن صاحب انسپکٹر جنرل پولیس ریاست پٹیالہ کے بہت ہی نیک اور منصف مزاج آدمی ہین۔ یہ پہلے ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس رہ چکے ہین۔ اب گورنمنٹ کیطرف سے ریاست مین انسپکٹر جنرل پولیس ہین۔ مسٹر جی پی واربرٹن صاحب بہادر کی بیدار مغزی کو تہوڑی دیر کے لئے ہم اپنے پیارے ناظرین کے سامنے بیان کرتے ہین جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ صاحب بہادر بڑے ہوشیار اور تجربہ کار ہین۔ ریاست پٹیالہ مین ڈاکوؤن کی اسقدر کثرت تھی کہ یکدم چین سے سونا نصیب ہوتا تہا۔ جب سے مسٹر جی پی واربرٹن صاحب بہادر ریاست مذکور مین تشریف لائے اوسیوقت سے رعایا امن چین سے ہو گئی۔ مسٹر نائیگین صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس ضلع فیروزپور بحکم گورنمنٹ ریاست مین مامور ہو کر صلاح و مشورہ مسٹر واربرٹن صاحب سے لہکے قریب ۱۰۰ مفرور کیس کو گرفتار کیا۔ اور مادیکو سزا ئے حبس دوام ہوا سال و ۱۰ سال معہ ہو گئی۔ شور دیگر صورت امن پیدا کر دی۔ کہ جس سے رعایا و ملک صاحب بہادر کا دعاگو اور احسانمند ہے۔ نیز ہمکو یہ بھی کہنا ضروری ہے کہ جن شخصون کو ریاست سرمور ناہن کے راجہ صاحب نے علیحدہ کر کے اپنے یہان سے رزق کا دروازہ بند کر دیا تہا آج وہ لوگ پٹیالہ ریاست کے خزانہ سے پاتے ہین۔ یہ انقلاب زمانہ کی خوبیان تھین جو یہ بچارے ریاست سرمور سے بلا وجہ اور بلا قصور نکالے گئے۔ اس دنیا مین اس رنگ کے صدہا تماشے اور لاکھو نیرنگیان ہماری آنکھون کے سامنے گذرتی ہین مگر جو شخص جانتے ہین وہ اُف بھی نہین کرتے۔ خواہ کیسی ہی مصیبت کیون نہ پڑے۔ ان بچارے اہلکارون کو یہ خیال کر لینا چاہیے کہ ہمیشہ کسیکی حالت یکسان نہین رہتی زمانہ بھی گرگٹ کی طرح سے رنگ بدلتا رہتا ہے۔ اور یہ بھی بدیہی بات ہے کہ جو شخص گدی پر بیٹھتا ہے وہ کبھی اپنے آباو اجداد کے قدم بقدم نہین چلتا۔ کوئی نہ کوئی بات ضرور کم و بیش کر دیتا ہے۔ مگر ان لوگون کو چاہیے جو ریاست پٹیالہ مین بہرتی ہوئے وہ ہمیشہ نئے راجہ صاحب سرمور کا شکریہ ادا کرین کہ وہ اپنی عزت آبرو سے صحیح و سالم نکل آئے۔ اور اب مسٹر جی پی واربرٹن صاحب بہادر کا شکریہ ادا کرین کہ جنہون نے تمہاری قدر کی۔ ۱۰ اردسمبر کا پرچہ صادق الاخبار دیوانی ہماری نظر سے گذرا جس مین ایڈیٹر نے ریاست پٹیالہ کے حالات درج کر کے سرمور ناہن کے مہاراجہ صاحب پر کاشن کر کے بہی کی تعلیم دے رکھی ہے کہ کیسے بیدار مغز اور رحمدل راجہ تھے جو حال ہی مین گذرے ہین اون کو خوشامد و رجوع کی شہرت بیحد تقریت تہی۔ افسوس موجودہ راجہ صاحبکو یہ بھی خیال نہین کہ خوشامدی نامہ نگار

ہمارے خوش گر بیچو چھوٹے مضمون درج کراتے ہیں
آج کل کے رئیس دوست دشمن کی بالکل ہی شناخت
نہیں رکھتے اور وہ آزادی جو اونکو گورنمنٹ سے
ملی ہے اوسکو بچوں کا کھیل سمجھتے ہیں۔ اسکی عزت
نہیں کرتے۔ ایسے دوستوں کی بھی شناخت ہے
کہ جھوٹ موٹ والی ملک کے اخباروں میں شہرت اوڑا
دیتے ہیں اور اوس رئیس کو ایسے بڑے بڑے کاموں
کی طرف مائل کرتے ہیں کہ وہ اپنے ملک کے انتظام
میں ذرا بھی غور و اصلاح نہیں کرتا۔ اس شعر پر عمل
کرنا چاہیے۔ تا اثر ہے دیر لگتی ہے کیا + زمانہ کو کروٹ
بدلتے ہوئے +

آنکھوں پھرو رہتے ہیں اب مجھ سے بدگمان
کیا جانے کیا رقیب نے اون کو پڑھا دیا

شیخ زین الدین آفت از بوڑھانہ

طلسمی تھیٹر

(دوسرا پردہ)

آج عشاق کے مجمع کا کیا پوچھنا۔ کثرت ہے
کہ جسکا حساب نہیں۔ بعض تو اوسی قتال عالم ایکٹریس کے
مشتاق دیدار ہیں بعض اوسکے تماشے کے اشتیاق
میں آئے ہیں اور بعض طلسمی تھیٹر کا نتیجہ دریافت
کرنیوالے ہیں۔ آنیوالوں کو جگہ مشکل سے ملتی ہے
مگر غور کرکے دیکھیے تو آپ کو معلوم ہو کہ اس تھیٹر میں
اب وہ فدائیان ایکٹریس نہیں ہیں جو پہلے ہی مرتبہ
تیغ انداز کے گھائل ہو کے اوسکے ہمراہ ہوئے تھے
اور پھر نکالے گئے تھے۔ یہ کیوں؟ اس لیے کہ بجز ذی
اور ہر خوشی کا شوق اور زر اپنے ذلت و تضیع کا خیال
کرکے ایسے جلسوں کے شرکت سے تائب ہوئے
تو یہ کہ اب کہیں ناچ رنگ نہ دیکھیں گے۔ خیر یہیں
تک غنیمت ہے۔ اب سے آئے گھر سے آئے۔
جان بچی لاکھوں پائے۔ اگر خدانخواستہ پھر کسی کے
تیر نظر کا گھر ہو گئی تو کہیں کے نہ رہیں گے۔ لہذا اگر
سے تو دور دیکھنا ہی اچھا۔ اس خیال پر بعض نا عاقبت
اندیش تمسخر کرنے لگے۔ بعض ایسے ہیں جو نوبہ
کچھ اثر نہیں ہوا کہ سکتے تو سچ ہیں۔ ہر شب ہے اور بس
رنگوں نے شرم سے اپنی اپنی سر جھکا لیے کہ نوجوانان
زیر بہر کریں اور ہم مفت کا گناہ اپنے سر لیں مگر
یہ وہ تماشا تو تھا نہیں جس کو نہ دیکھنا گوارا آسان
بات ہو کسیطرح اوٹھایا نہ گیا۔ اب آئے ہیں تو دیکھ
ہی لیں۔ یہ خبر تمام جلسہ میں مشہور ہوئی۔ دو صاحب
ہمت نوجوان پر سکتے اور پھر کھڑے ہوئے کہ سچ تو
ہے کہ سچ تو ہے دیکھنے میں ہزاروں خرابیاں اور
نہ دیکھنے میں کسقدر طبیعت پر جبر ہی تو کرنا پڑیگا
ان کے جانیکا کسی نے خیال بھی نہ کیا۔ سب تو ہمہ تن
اشتیاق ہو رہے تھے۔ آخر گھنٹی بجی پردہ اوٹھا
اور ایک ایسا سمان نظر آیا کہ توبہ ہی بھلی۔

چشم موسی بسکہ حیرت سے نگاہیں جم گئیں
دیکھا اک بت کا وہ عالم کہ خدا یاد آیا

وہی قتال عالم وہی دلبر اور وہی بہوش اور وہی بھولی
جس کے دم کا جلسہ جس کی وجہ سے مجمع تھا کچھ عجب ناز و
انداز سے عشاق کے دل پامال کرتے ہوئے مستانہ
خرامی کے ساتھ دکھائی دی۔ اب کیا تھا لوگوں نے
ٹوپیاں اوچھالیں نعرہ ہائے خوشی بلند کئے اور چیرز ہوئے
مگر آج تو رنگ ہی نرالا ہے۔ حسن ہے جس سے زیادہ
خیال میں نہیں آسکتا جوبن ہے کہ پھٹا پڑتا ہے اوپر
زیور کی تیاری۔ سمند حسن پر اک اور تازیانہ ہے۔ کانوں کے
بہاروں کو دیکھ کے بے اختیار غلغلہ اوٹھا۔

بندے نہیں ہیں کان میں پہلو سے کان کے
دل لینے دو زلفیں دل میں جو لٹکا کرتے ہیں

ساز پر داکر رقاصہ نے ناچ شروع کیا کہ آفت
آئی۔ کرگئی آوروں ہاتھوں سے دل تھامے ہوتے کوئی
بیخود ہو رہا ہے کوئی سکتے کے عالم میں ہے۔ نہ غل ہے
نہ شور ہے نہ کسی میں حس ہے نہ حرکت سب عالم بیخود
ہو رہے ہیں۔ ساز کی آواز بس کانوں میں اور پیارا ایکٹریس کا
نغمہ ہو نہیں ہے۔ کچھ دیر یہی عالم رہا پھر ناچ کے
بعد گانیکی نوبت آئی۔ اتو امیدوں سے بہاروں سے
پہلوؤں سے نکل گئے طبیعتیں بیچین ہو گئیں۔ ہائے
ہائے وا وا کے نعرہ بلند ہونے لگے۔ جب سب کو گھائل
کر دیا جب سب کو بسمل کر دیا تب تماشا موقوف ہوا
مگر آور بیچ کا بس کا تو نہیں کہ نبض ہے نہیں کہ لوگ
سمجھتے تھے گانا ہو رہا ہے۔ خیال تھا گانیکی بعد ایکٹریس
آرام کرنے کو چلا جائیگا پردہ گر جائیگا اور تماشا موقوف
ہو جائیگا مگر یہ کچھ بھی نہ ہوا۔ ایکٹریس موجود ہے لوگ اسی
طرح محو نظارہ ہیں کچھ دیر کے بعد جب ہوش آیا معلوم
ہوا تماشا ختم ہو گیا۔ دریافت کیا پردہ کیوں نہیں گرا
ایکٹریس کیوں موجود ہے جواب ملا وہ تم لوگوں کی بیخودی کا
کو دیکھ رہا ہے۔ سب خوش ہوئے اور فلک ہی دل میں
دعا مانگنے لگے کہ قیامت تک یہی عالم رہے۔ ہم بیخود
وہ ہر فن اسیطرح بیٹھے رہیں پردہ اوٹھا رہے
اور وہ قتل عالم ہماری بیخودی کو دیکھتا رہے۔ مگر
تو ہوشیار دیوانوں کی باتیں نہیں معلوم ہوا کہ سب غور
مطلبی ہیں پردہ گر گیا۔ تماشا موقوف ہوا۔ سب ایک
حسرت کے ساتھ بیچین دل کو تھامے ہوئے اوٹھے
مگر ایک صاحب نہ اوٹھنا تھا نہ اوٹھے بیٹھے ہی رہے
لوگوں نے کہا بھی کہ میاں اب کیا رکھا ہے چلو گھر
آہ کہا اب ہم کہاں جائیں گے بس یہی در ہے
بعضوں نے سمجھانا شروع کیا کچھ خبر ہے والیس
چلے ہوا ان لوگوں کا کیا خیال ہوا۔ یہ بھلا کسیکو ملنے
والی چیز ہے۔ بہتر ہے کہ چلے چلو ورنہ ابھی اردلی
آ جائیں گے کہا جاؤ اپنا کام کرو میں یہیں رہوں گا
والا ہے لوگوں نے کہا کہ

سے صرف دربان ہی کافی ہے۔ کہا اچھا دیکھا جائیگا۔ ابھی نہیں اٹھنے کے۔

دربان اٹھا گیا کہ وہ خود آکے اٹھا دیں
ورنہ نہ اٹھیں گے کہ تم کہاں پڑے ہیں

غرضکہ یہ حضرت بیٹھے ہی رہے سب چلے گئے اور یہ اٹھے۔ اسٹیج پر پہونچے۔ اور وہاں سے ایکٹرس کے سیج پر۔ راستے میں اتفاق سے کسی نے نہ روکا۔ یہ سیدھے اوسی کمرہ کے پاس پہونچے قریب کرسی پر بیٹھ گئے۔ قریب کرسی پر بیٹھ گئے اور اسطرح باتیں ہونے لگیں۔ (ہم انکو عاشق کے نام سے پکاریں گے)

عاشق :۔ "آج تو آپ نے خوب گایا"

ایکٹرس :۔ "خوب کیا گایا"

عاشق :۔ "سننے والوں کو بیخود کر دیا"

ایکٹرس :۔ "آپ تو اچھے فلسفی معلوم ہوتے ہیں"

عاشق :۔ "ہاں اچھے فلسفی تو کیا مگر خیر۔ آپ ایسے بھی نہیں کہ جان کے لالے پڑ جائیں بلکہ عاشقوں میں شمار ہونے لگیں"

ایکٹرس :۔ "یہ لوگ خواہ مخواہ کو کیوں دیوانے ہو جاتے ہیں"

عاشق :۔ "بیوقوف ہیں۔ ذرا لطف آیا اور بیچین ہو گئے۔ حالت سنبھال ہی نہیں سکتے طبیعت پر قابو نہیں رکھتے مگر میں تو آپ کے گانے سے اس قدر خوش ہوا ہوں جس کا حساب نہیں"

ایکٹرس :۔ "ہاں۔ مہربانی"

عاشق :۔ "یہ مطلب نہیں کہ مجھے بھی نئے عاشقوں میں سمجھئے۔ بلکہ تعریف اس غرض سے کی کہ بعض غافل اور فہیم لوگوں نے یہ دیکھ کے کہ آدمی سڑی ہو جاتا ہے ہزاروں خرابیاں اور ذلتیں اوٹھاتا [illegible] نے ہیں بالکل ناچ گانے سے تائب ہو گئے۔ اور یہ کہنا چھوڑ دیا۔

ایکٹرس :۔ "تو اس میں نے قابل تعریف کونسا کام کیا"

عاشق :۔ "یہ آپ ہی کی جو [illegible] ہے سمجھے۔ نہ دیکھیں گے نہ گناہ ہوگا"

ایکٹرس :۔ "میری سمجھ میں یہ معما نہیں آسکتا صاف صاف کہئے"

عاشق :۔ "یعنی آپ کے پیاری اداؤں دلفریب غمزوں نے اس قدر محویت طاری کر دی کہ دین دنیا سے غافل ہو گئے مگر ہوش آنے پر اپنا بھلا برا سمجھے اور ہمیشہ کے لیے تائب ہو گئے"

ایکٹرس :۔ (نظر غلط انداز سے دیکھ کے جس میں غرور و خودداری کی بھی جھلکیاں تھیں) "آپ باتیں خوب بنانا آتی ہیں۔"

عاشق (دگرگونہ انتہا بے پروائی کے ساتھ) "میں سمجھا کر مار ہی بیٹھو گی۔ مگر جب ان نشیلی آنکھوں سے چشم نمائی کا کوئی اثر ہو نہیں سکتا"

ایکٹرس (ہنس کے) "اچھا تم کیوں نہیں تائب ہوئے"

عاشق :۔ "اس شرط سے ابھی تائب ہوتا ہوں کہ بجز تمہارے کسی دوسرے کا ناچ نہ دیکھوں گا"

ایکٹرس :۔ "توبہ میں شرط کیسی۔ اور مجھے تم سے واسطہ ہی کیا"

عاشق :۔ "اسکا جواب اپنے دل سے لو کہ مجھ سے کیا واسطہ ہے کیونکہ میں کہتا ہوں تمہاری بار بار یہ غلط انداز نگاہیں خالی از لطف نہیں مگر میں بالکل صاف لے ملونگا جس کا امتحان تمہیں خود ہو جائیگا اچھا اب آرام کرو۔ پھر ملیں گے اگر خدا لایا۔ عاشق یہ کہہ کے چلتے ہوئے اور ایکٹرس نے آرام کیا۔

(باقی آئندہ)

نذر خون دل کروں یا پیشکش لخت جگر
حضرت عشق آئے ہیں تدبیر عزت چاہیے

نتیجۂ قلم ناشاد عشاق پوری

دل پسند خضاب

ہم دیکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں لوگوں کو خضاب کا بیحد شوق ہو گیا ہے اسی وجہ سے اشتہار بازوں نے وہ طوفان مچا رکھا ہے کہ پناہ بخدا۔ اکثر شکایتی خطوط ہمارے پاس آتے رہتے ہیں۔ کسی خضاب کی نسبت یہ شکایت ہوتی ہے کہ اس سے گنج تو خدا کا لا ہو جاتا ہے صرف ہاتھ پاؤں نیلے ہونے کی کسر رہ جاتی ہے۔ کسی کی نسبت یہ شکایت ہوتی ہے کہ خشکی کے مارے بال جلد کے کانٹے بن جاتے ہیں کسی کی نسبت یہ شکایت ہوتی ہے کہ بدبو کے مارے دماغ پھٹنے لگتا ہے ہم نے بھی کئی چند اشتہار بازوں کے خضابوں کا امتحان کیا۔ واقعی انہیں کوئی نہ کوئی عیب ضرور پایا۔ جب سے اخبار کے خریدار روز شکایتیں کرتے سنتے ہمارا ناک میں دم آگیا تو ہم کو ان کے شکایتیں رفع کرنیکا خیال پیدا ہو گیا۔ خدا کے فضل و کرم سے ایک نسخہ ہم کو دستیاب ہو گیا ہم نے اچھی طرح تجربہ بھی کر لیا۔ اس خضاب میں بال برابر بھی کوئی نقص نہ پایا علاوہ اس صفت کے آناً فاناً میں بال خوب سیاہ کر دیتا ہے یہ ایک بڑی صفت ہے کہ بجائے بدبو کے خوشبو ہے جس کو ضرورت ہو شوق سے اسکا استعمال کرے ترکیب استعمال کا پرچہ اسکے ساتھ بھیجا جاتا ہے۔

قیمت فی بکس ایک روپیہ

علاوہ محصول پارسل

نقد قیمت یا ذریعہ ویلیو پے ایبل کی درخواست آنے پر بھیجا۔

المشتہر

فرخ دہلوی مالک اڈیٹر

اسلامی دنیا

انگریزی بیڑہ مرسینا اور اسکندرون ہوتا ہوا ۲۰ نومبر کو بیروت پہنچا۔ شاہزادہ پرنس سلطان المعظم کے جشن سالگرہ ولادت مین شامل ہوا۔ انگریزی جہازات بھی اس تقریب پر آراستہ کئے گئے۔ جلالتماب امیر المومنین کا سن مبارک ۱۷ شعبان کو بحساب قمری سنین پورے ۶۰ برس کا ہوا۔ اطال اللہ عمرہ خلد اللہ ملکہ اس دن تمام قلمرو مین خوشی کے جلسے مرتب ہوئے۔

امسال موسم حج کے قریب آجانے سے ترکی حجاج کثرت کے ساتھ مدینہ منورہ مین جمع ہو رہے ہین مدینہ طیبہ کا رمضان سبحان اللہ عجب پر تکلف ہوتا ہے۔

اٹالیہ کے وزیر صیغہ خارجیہ نے مجلس الوکلا مین بیان کیا کہ فرانس نے ہمین کامل اطمینان دلایا ہے کہ اس کی حکمت عملی بحیرہ روم اور طرابلس مین صلح پسندی کی ہوگی۔ اور اسکا مطلق ارادہ نہین ہے کہ طرابلس مین قانون کی شہرہ کو بند کرے۔ فرانس اور اٹلی کے درمیان تعلقات دوستانہ ہین۔

امریکا نے مسٹر گرسکوم کو طہران مین اپنا سفیر مقرر کیا ہے۔ جہان وہ قسطنطنیہ کے راستہ گیا سلطان المعظم نے اور ہے مد ہمدردی صاحب شاہی محل مین مدعو کیا۔ اور ضیافت کے بعد پرائیوٹ ملاقات کی بھی عزت بخشی۔

سلطنت عثمانیہ نے اکیس ہزار پانسو پونڈ ماہانہ کی قسط فرانس کو دینی منظور کی۔

ولایت حلب اور سوریا سے ایک ہزار پونڈ چندہ حجاز ریلوے مین وصول ہوا ہے۔

خضاب لاجواب دلپسند خاص عام

اے شائقین صاحبان کیا ہی ایک نادر تحفہ آپکے پیش نظر کرتے ہین کیا ہے جو کہ کئی سال کے تجربہ اور کوشش بلیغ سے مرکب کیا گیا ہے اسکے ایکدفعہ کے استعمال سے آپ صاحبان ترکیب کنگن کی داد دیتے ہین ہرگز توقف نفرمائین گے وہ تحفہ کیا ہے (خضاب لاجواب) مانند روغن کے بالون مین لگا دیجئے پانچ منٹ مین بالکل قدرتی سیاہی پر دیکھیے لیجئے طرفہ یہ کہ پندرہ یوم تک پھر آئندہ دیکھنے کی حاجت نہین رہتی۔ بال بالکل نرم اور چمکدار رہتے ہین۔ اس کی قیمت بالکل قلیل رکھی گئی ہے جس سے ہر شخص فائدہ اوٹھا سکے قیمت فی بکس ایک روپیہ محصول بذمہ خریدار۔ پانچ بکس کے خریدار کو ایک بکس مفت دیا جائیگا پر درخواست کی تعمیل بذمہ خریدار ویلیو پے ایبل ہوگی ہمارے پاس صدہا سارٹیفکٹ اس خضاب لاجواب کے موجود ہین لیکن بوجہ عدم گنجائش چند صاحبون کے نام نامی ذیل مین درج کرتے ہین آپ بے اطمینان کے لئے صاحبان ذیل سے تصدیق کر سکتے ہین۔

(۱) آغا حسن علی صاحب ۔ بالیگنج ۔ کلکتہ۔
(۲) احمد شاہ صاحب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
(۳) بابو امیر علی صاحب ۔ پرانا قلعہ ۔ راولپنڈی۔
(۴) محمد حسین صاحب کورٹ ماسٹر ۔ رسالدار جیکب آباد
(۵) حکیم امام علی صاحب ۔ کروا بازار ۔ کلکتہ۔

المشتہر

حضرت مولانا عاشق یزدانی سید نور شاہ صاحب پوسٹ آفس مانڈوی ۔ بمبئی سے۔

خضاب مذکورہ بالا مندرجہ ذیل پتہ پر بھی مل سکتا ہے ۔ منشی عبدالرحمن آزاد ۔ قریب دفتر پنچ بہادر ۔ بمبئی ۔ بھنڈی بازار۔

جاسوسون کی رپورٹین

الہ آباد مین فوجی گرد و پر گاڑی والون کے حملہ کا مقدمہ سے پایا۔ پانچ کو سخت سزائین ملین دو مجرمون کو سشن جج نے چار چار سال قید سخت کی سزا دی اور تین کو دو دو سال قید سخت ملی ایک افواہ ہے کہ شاہ ایران ایک دوستانہ نیابت کابل کو بھیجنی چاہتے ہین یہ بھی باور رہو نہین سکتا۔

دہلی مین جب کمپنی نے بجلی کی روشنی اور ٹراموے جاری کرنے کی درخواست دی تھی وہ کمیٹی نے منظور کرلی اور کمپنی سے ۴۰ سال کا معاہدہ بھی ہوگیا۔ امید ہے کہ کمپنی دربار سے پہلے بجلی کی روشنی کا سلسلہ چاندنی چوک مین شروع کردیگی

برہما مین ایک خاص مدرسہ شہزادون کے تعلیم و تربیت کے لئے قائم ہوا سرکاری امداد دیگی۔

راولپنڈی کی تحصیل اٹک مین حسب منشا گورنمنٹ انڈیا کے انتظام بندوبست جدید ہوگا۔

انڈیا کی ریلوے کو اس سال یکم جولائی سے ۱۴ دسمبر ۱۹۱۰ء تک ۱۳ کروڑ روپیہ کی آمدنی ہوئی سال گذشتہ کی نسبت اس سال ۹۸ لاکھ روپیہ زیادہ آمدنی ہوئی۔

مجلس تجارت مدراس کے سالانہ جلسہ میں مسٹر اے جے یورک صاحب نئے وائس چیرمین منتخب کئے گئے۔

جرمن گورنمنٹ نے اجازت دیدی کہ پورٹ بناہ گیر جنوب مغربی افریقہ کے جرمن علاقہ میں رہین

کلکتہ کے اجلاس کانگریس میں النیو مجرد گئے تھے ۔ وجہ سخت کلامی تھی ۔ بمشکل ٹھنڈی کی گئی۔

جنوبی افریقہ سے حبشی لوگوں نے دارپر ورپر حملہ کر کے ایک بڑا گاؤں تباہ کر دیا۔ ۲۰ ہزار کی نسل ہو گئے۔ ہندی فوج حبشی لوگوں کی مدد پر تھی۔

دہلی کے دربار تاجپوشی کی بنا پر ہزہائنس شاہ ایڈورڈ قیصر ہند ذاتی دلچسپی لیتے ہیں۔ ایک افسر خاص ولایت سے انتظام کے لیے آئے گا۔

امیر کابل نے اسلامی ڈپیوٹیشن کے ممبروں کو خلعت فاخرہ عطا کیا۔ اور نقد انعام بھی مرحمت فرمایا۔

ہندوستان میں قحط زدہ دون کی تعداد ایک لاکھ ۷۰ ہزار سے زیادہ ہے۔ تخمینہ مدراس کے ہر جگہ بیشی ہے۔

آنریبل سول اینڈ ملٹری گزٹ پر امرتسر کے ڈاکٹر کشنا داس صاحب نے ہائیکورٹ کلکتہ میں نالش کی ہے۔

میرٹھ میں بابو بھگوتی پرشاد ڈپٹی کلکٹر پر ۲۰۰۰ روپیہ رشوت کا الزام ہے۔ سپرام نے دی جس نے بعد میں سزا بھی پائی ہے۔

راولپنڈی کی شہنشاہی سڑک پر رجسٹرڈ موٹر کی گاڑیوں کا چلانا حکماً بند کیا گیا بوجہ خوبصورتی کے۔

ڈپٹی کلکٹروں کا امتحان مقابلہ ۱۸ فروری آیندہ سے شروع ہوگا۔

موسمی بخار کی تحقیقات کے لیے ناگپور میں ڈاکٹروں کی کمیٹی ہوگی گورو اسپور کے کمیشن ہاؤس بجانب پنجاب ہونگے۔

انبالہ کیمپ سے بارش کی خبر آئی ہے۔ مسوری پر ۲۰ کی شب کو اول برف باری ہوئی۔

مسٹر جیل کلکتہ سے رخصت ولایت کو روانہ ہو گئے۔ ہائیکورٹ نے شاید اجازت نہیں دی ہے۔

لدھیانہ میں حضور ملکہ قیصرہ متوفیہ کی یادگار میں بجائے گھنٹہ گھر کے پل بنایا جاتا ہے۔

سردار مجن سنگھ ڈھلیوال پر مسٹر لدھیانہ نے نالش کی کہ ہندی جورو سے اولی شادی فسخ کی جائے۔

آگرہ کی گورنمنٹ نے شک ہونے کو ہر ایک کانگی سے تو ہندو جی پیدا ہوں گے تو قند ہار اچھا بنیں گے۔

سیالکوٹ میں طاعون سخت تیزی پر ہے۔

حیدرآباد کی گورنمنٹ نے اعلان کیا کہ کوئی سرکاری پولیٹیکل ایجنٹ میں خبردار حضرت ہوئے۔

مرحوم نواب صاحب ٹانک کی کل وقف جائداد کے متولی نواب سلیم اللہ بہادر مقرر کئے گئے انتظام مکمل طے پایا۔

سکندرآباد میں ساہوکار ورکر کو مجرم ٹھہرا کر بابی ۳-۴ سال اور ۴ ہزار جرمانہ ہوا ہے۔ پولیس میں بھی۔

جہلم میں ڈاک کا ایک ڈسپیچ کلارک پکڑا گیا خالو خطوط کو تلف کر دیتا تھا۔ ایک بنڈل برآمد کیا گیا ہے۔

چکوال (جہلم) بابو ہو (؟) دیگر وا سپوری میں تنزکینیوں کا زور پایا جاتا ہے۔ ضلع ڈسٹرکٹ میجسٹریٹ تاؤ دیر ہو رہے ہیں۔

لاہور میں ایک مصنوعی ڈگری تیار کرنے والے نے انکار کیا۔ فرار ہو گیا۔ بھائی کی ڈگری پر دست شال کا ہاتھ ڈالا تھا۔

برٹش فوج جو چترال سے مکران کا قلعہ سر کر لیا محمد علی سرغنہ قتل۔ برٹش کے دو افسر سخت زخمی امن قائم۔

جھنگ کے جدید نہری علاقہ متصل الک میں بنگ کے بار یا کرزن آباد کے ضلع کا نام قایم کریں گے۔

کوک شاستر

موسوم بہ

مراۃ العیش

یہ ایک طب کی کتاب ہے جو ہزاروں میں منتخب ہے اور بالخصوص نوجوانان ابنائے العیش کے دستگیر دقیام تندرستی کے واسطے مجرب نسخے ورزش بطبع کئے جمع کئے ہیں جن کے عوض اہل دنیا مال کیا جان بھی قربان کرنے کو دریغ نہ کریں گے چاپا ہے مردوں اور عورتوں سے متعلق میں معہ ۴۰ تصویر۔ مجلد ایک روپیہ (عہ)۔

اجودھیا پرشاد محمد قانون گویان
مراد آباد

طاعونی شکار

اموات کل امراض	اموات طاعون	تاریخ
۱۲۴	۱۹	۹ دسمبر ۰۳
۱۱۱	۱۳	۱۰ دسمبر "
۱۳۰	۲۴	۱۱ دسمبر "
۱۴۶	۲۵	[illegible] "
۱۴۴	۳	جمعہ "
۱۲۷	۲۰	علاوہ "
۱۲۳	۲۳	بجلت باولیہ "

مطبع حمیدی واقع بمبئی بہنڈی بازار میں حکیم محمد عبد الحمید فرخ دہلوی مالک و ایڈیٹر نے چھاپ کر شائع کیا